سید مطلوب حسین
ترجمہ: سید سجاد رضوی

عہدِ خلفائے راشدین رضی کے معاشرتی حالات

(۴)

عیش و عشرت کی زندگی

رسولِ اکرمؐ کی مدنی زندگی کے زمانے میں مسلمان کفارِ عرب سے ہمیشہ متصادم رہے۔ اور گاہے گاہے انہیں غیر ملکی حملے کا خطرہ بھی درپیش ہوتا۔ اس نئی ملت کے ذرائع محدود تھے۔ اس لیے ان حالات نے لوگوں کو مجبور کر رکھا تھا کہ وہ سیدھی سادی زندگی بسر کریں۔ تحفظِ ذات اور مذہبی نصب العین کے ساتھ ایک والہانہ لگاؤ زندگی کے ہر گوشہ پر حاوی تھا۔ نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد حالات بڑی جلدی بدل گئے۔ سارا عرب مدینہ کے شدید نظم و نسق کے دائرے میں آگیا۔ اپنے ملک میں حالات سے عہدہ برآ ہونے کے بعد مسلمانوں نے دو عظیم الشان ہمسایہ سلطنتوں یعنی ایرانی اور رومی حکومتوں سے نپٹنے کی ٹھان لی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک سلطنت پر تو مکمل تسلط حاصل کر کے اُسے خلافت کے حدودِ سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔ اور دوسری حکومت کے تمام ایشیائی اور افریقی صوبوں کو ماسوا ایشیائے کوچک کے اسلامی سلطنت کا حصہ بنا دیا گیا۔ یہ عدیم المثال فتوحات مدینہ میں اور مدینہ سے باہر دولت کی بے پناہ افراط کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔ اس افراط کا لازمی نتیجہ عیش و عشرت کا فروغ تھا۔ بایں ہمہ یہ دور مذہبی اعتبار سے حیرت ناک زمانہ تھا اور ایک نیا مذہب دنیا میں داخل ہو چکا تھا اور اس نے دنیائے انسانیت کے لیے نئے نصب العین اور نئی روایات وضع کی تھیں۔ اس لیے لوگ بڑے پُرخلوص تھے اور اپنے مذہبی کردار اور تعلقات کے اعتبار سے بڑے عملی واقع ہوئے تھے۔ اسی بات نے ان میں ایک اعتدال کی صورت پیدا کر دی تھی۔ لیکن اس کے باوجود ان میں پرانی متانت اور سنجیدگی کا فقدان تھا۔ لوگ اپنے گذشتہ کارناموں کے پھل کھا رہے تھے۔ بالخصوص نوجوان عقبیٰ کے مقابلے میں دنیائے ظاہری کی طرف زیادہ متوجہ تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہی لوگوں نے عشا کی نماز کے لیے مسجدوں میں جمع ہونا اور عسکری فتوحات اور اپنی اور اپنے آباء کی قربانیوں کی داستانیں بیان کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ ان واقعات سے متعلق نظمیں پڑھتے اور ان پر اسی طرح فخر کا اظہار کرتے جس طرح زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا طریقہ تھا۔[1]

---

[1] الاصول - بلوغ العرب

یہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے مسجدوں میں گپ بازی پر اعتراض کیا۔ اور کہا کہ اس سے بہتر ہے کہ لوگ قرآن، سنت اور دیگر امورِ مذہبی کا ذکر کریں۔ اس پر وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے کہا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ ہم ہر وقت ہی سنجیدہ اور متین بنے رہیں اور زندگی کا لطف نہ اٹھائیں۔[1] اس جواب میں اس زمانے کا مزاج عکس پذیر ہے۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں صورت حالات کچھ ایسی ہی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ والیِ بصرہ ولید بن عقبہ کے بارے میں اسی قسم کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔[2]

اس زمانے میں شراب خوری، قماربازی، اور اسی قسم کی دوسری برائیوں کا بہت کم سراغ ملتا ہے۔ لوگ اخلاقی حدود ہی میں زندگی بسر کرتے لیکن اس کے باوصف وہ مادی دنیا کی نعمتوں سے بھی حتی المقدور متمتع ہوتے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار معاویہؓ نے کہا کہ "خلفائے راشدینؓ بڑے پاکباز اور راست گو تھے لیکن اس کے ہوتے ہوئے وہ ہم سے کہیں زیادہ اس دنیا سے لطف اندوز ہوتے۔" یہ اس شخص کی رائے ہے جس نے اس زمانے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اس کی اچھائیوں اور برائیوں سے پوری طرح آگاہ تھا۔ اس دور کے بارے میں مجموعی تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ہم آہنگی اور صحت مندانہ زندگی کا زمانہ تھا۔ جذبات وخیالات کو قابو میں رکھا گیا تھا اور مادی عیش ونشاط کو کھلی چھٹی نہیں دی گئی تھی کہ وہ اخلاقی حدود کو بالائے طاق رکھ دے اور عوام کی ہوشمندانہ رائے پر اثر انداز ہو۔ لیکن بالآخر یہ انضباط اٹھ گیا۔ لوگوں کے جذبات کا دھارا ابھر نکلا۔ خلفائے راشدینؓ کو بھی جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ اور یہ مثالی معاشرہ اپنے ہاتھوں ہی موت کا شکار ہو گیا۔

مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل جول

زمانہ جاہلیت میں مردوں اور عورتوں کو باہم ملنے جلنے کی کھلی اجازت تھی جیسا کہ اس زمانہ کے بیان کردہ واقعات وروایات سے پتہ چلتا ہے۔ مثال کے طور پر ظہور اسلام سے ذرا قبل عکاظ کے مشہور ومعروف میلے میں عرب کی مشہور شاعرہ خنساء نے مشاعرہ میں منصف کے فرائض سرانجام دیئے۔ اسی طرح جنگ بدر میں کفارِ مکہ کے ہمراہ حسین وجمیل عورتیں بھی تھیں جو فوج کے ساتھ پرجوش گیت گاتیں اور بہادروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اُبھارتیں۔ اور پھر جب فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ نے نبی اکرمؐ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تو ان کی عورتیں بھی باہر آئیں اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حقیقت یہ ہے کہ عربوں کے ہاں عورتوں کے علاحدہ رہنے کا کوئی تصور ہی نہ تھا۔ عورتوں اور مردوں کے لباس میں بھی کوئی خاص فرق نہ تھا۔ صحرا کی جفاکشانہ زندگی کا یہ تقاضا نہ تھا کہ عورتوں کو حرم میں بٹھا دیا جائے۔ عورتوں اور مردوں

---

[1] الاصول۔ بلوغ الارب [2] المسعودی جلد اول

میں باہمی میل جول عام تھا اور وہ معاشرہ کی عمرانی اور اقتصادی زندگی میں برابر کے شریک ہوتے تھے۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں کچھ دیر تک جاہلی روایات برقرار رہیں۔ غزواتِ احد و خیبر میں مسلمان عورتیں میدانِ جنگ میں مجاہدین کی امداد کے لیے پہنچیں اور ان کی مرہم پٹی کے فرائض سرانجام دیئے۔ غزوۂ خندق میں ایک مسلمان عورت نے جو جراحی کے کام سے آشنا تھی زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے مسجد نبوی میں ایک مرکز کھولا۔ مدینہ میں مسلمان عورتیں بغیر منہ ڈھانپے کھلم کھلا پھرا کرتیں۔ اس زمانے میں برقع کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ عربوں کی بدوی زندگی میں بھی برقع کبھی استعمال نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ آج بھی صحرائے عرب میں برقع کہیں نظر نہیں آتا۔

خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں بھی حالات کم و بیش برقرار رہے۔ پردے کا رواج اصلاً اس لیے ہوا کہ یہودیوں سے مسلمان عورتوں کو بچایا جائے۔ مگر اب وہ مدینہ میں تھے ہی نہیں۔ اور اس لیے اس امر کا خطرہ نہ تھا کہ وہ مسلمان عورتوں کو پریشان کریں گے اس لیے مسلمان عورتوں نے پہلی سی آزادانہ روش اختیار کر لی۔

یہ بات بھی بڑی عجیب و غریب ہے کہ فقۂ اسلامی میں پردے کا حکم صرف آزاد عورتوں پر عائد ہوتا ہے۔ لیکن مدینہ میں ان کی تعداد بمشکل دس فی صد تھی باقی تمام کی تمام کنیزیں تھیں۔ جو اکثر اوقات بڑی حسین و جمیل اور بڑی شائستہ ہوا کرتی تھیں۔ وہ کسی پابندی کے بغیر کھلے بندوں گھومتی پھرتیں اور دارالخلافہ کے باشندوں کے جنسی اخلاق پر کوئی برا اثر نہ ڈالتیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ پابندیاں تھیں ہی نہیں۔ نقاب اوڑھنے کا رواج ہی نہیں تھا۔ اور زندگی اپنی پہلی سی ڈگر پر چلتی رہی۔ عائشہ بنت طلحہؓ اور سکینہ بنت حسینؓ کے واقعات کافی مشہور ہیں۔ یہ بڑی عالی مرتبت خواتین تھیں۔ ان کے ہاں اکثر موسیقی اور شاعری کی محفلیں برپا ہوتیں۔ اور ان میں مرد اور عورتیں بڑی آزادی سے شریک ہوا کرتے۔ خلافتِ راشدہ کے آخری زمانے میں مکہ اور مدینہ دنیائے اسلام میں موسیقی کے فن کے اہم مراکز بن چکے تھے۔ اور دربارِ اموی میں یہاں سے اعلیٰ درجہ کے گانے والے اور گانے والیاں جایا کرتے۔ کٹر قسم کے لوگ ان باتوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر کہیں یہ بیان نہیں ہوا کہ انھوں نے ان کی مذمت کی ہو۔ اور جدید دور کے کٹر مذہبی گروہ کا یہ خیال تاریخی شہادت کی بنا پر غلط ہو جاتا ہے کہ ابتدائے اسلام کے زمانہ میں مجلسی آزادی اور مذہبی رواداری کے متعلق یہ تمام واقعات اور تمام باتیں محض من گھڑت ہیں۔

پردے کا رواج اور اس کے باعث عورتوں کا مردوں سے بالکل علاحدہ ہو جانا کافی دیر کے بعد عام ہوا۔ جب ایک ہی گھر میں بہت سی بیویاں اور سینکڑوں کنیزیں رکھنے کا طریقہ شروع ہوا تو مردوں کے جذبۂ رقابت نے آزادانہ میل ملاپ اور مجلسی اختلاط کو روکا۔ اور اس کے لیے قرآن مجید اور احادیث کی تاویلیں کی گئیں۔ قرآن مجید کی اس آیت کی تشریح جو پردے کی حمایت میں پیش کی جاتی ہے مختلف طریقوں پر کی گئی ہے۔ اور ان تمام تشریحات و توضیحات میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جس پر لوگوں کا اتفاق ہو۔ اس مسئلہ کے متعلق نصِ صریح کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مشیتِ ایزدی اس قسم کا حکم دینے کے خلاف تھی۔ لہٰذا یہ بات اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے کہ پردہ کا رواج اور نتیجۃً عورتوں کی علاحدگی محض عیش و عشرت

دولت وثروت اور پُر تکلف تہذیب وتمدن کی پیداوار تھے۔

نیا معاشرہ

خلافتِ راشدہ کا زمانہ عمرانی تنظیم میں ایک بے مثال اور حیرت انگیز تجربہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس تجربے کی ابتدا نبی اکرمؐ نے کی۔ لیکن اِس وقت پھل لایا جب آپؐ کے وصال کے بعد دُنیا کو ایک نئے عمرانی نظام نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ دنیا کے وہ ممالک جو مملکتِ اسلامیہ کا جُزو بن گئے اس روحِ جدید سے سرشار ہوئے اور اُس کے عجائبات اور عمدگیوں میں شریک ہوئے لیکن باہر کی دنیا بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی اور اُس نے اسلامی دنیا سے بہت سی ایسی باتیں سیکھیں جو نوعِ انسان کی بہبود کا باعث ہوئیں۔ اس وقت موقع نہیں کہ اس نئے معاشرے کا مطالعہ کیا جائے۔ اس لیے یہاں صرف اُن بے نظیر نتائج کا سرسری جائزہ لیا جائے گا جو اُس معاشرہ کے آئینہ دار تھے۔ اور اُن باتوں کا تذکرہ کیا جائے گا جن سے اس کے خدوخال روشن ہوتے ہیں۔

حقوقِ انسانی کا تصوّر

اس نئے نظام کا امتیازی نشان یہ تھا کہ اس نے حقوقِ انسانی کے تصوّر کو جنم دیا۔ اسلام نے پہلی بار اس بات کا اعلان کیا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے[1] اور خداوندِ عالم کا شاہکار۔ لہذا یہ بات انسانی وقار کے منافی ہے کہ وہ اپنے خالق کے علاوہ کسی اور کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے۔ یا کسی اور کا حلقہ بگوش ہو[2]۔ یہ سیدھا سادا اعلان غلامی کی تمام زنجیروں کو پاش پاش کرنے کا باعث ہوا۔ اور اس نے ہر قسم کی مادی اور روحانی غلامی کا نام و نشان مٹا دیا۔

انسانی مساوات

دوسری خصوصیت انسانی مساوات تھی۔ یہ بات اسلامی معاشرہ کی بنیادی اقدار میں سے ہے۔ خداوندِ عالم تمام بنی نوعِ انسان کو اپنا غلام کہتا ہے۔ لہذا بنی نوعِ انسان کے افراد کی حیثیت سے تمام انسان برابر ہیں۔ اور ایک عالمی برادری کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں۔ اس زمانہ کا عظیم خاصہ یہ تھا کہ مساوات اور انسانی برادری کے یہ تمام تصوّرات محض علما کی ذہنی عیاشی نہیں تھے بلکہ روزمرّہ کی زندگی کے بنیادی حقائق بن چکے تھے۔ حقیر سے حقیر انسان عالی مرتبت سے عالی مرتبت کے مُنہ آسکتا تھا۔ اور ایک غیر معروف عامی کو یہ حق حاصل تھا کہ وُہ ایک معمولی سی بات پر خلیفہ سے باز پُرس کرسکے۔ رعایا کا نہایت معمولی سا فرد بھی اس قابل تھا کہ وہ حق بات کہہ سکے اور دنیا کے نامور سپہ سالاروں اور جابر حکمرانوں کی موجودگی میں انصاف کا تقاضا کرسکے۔ خالدؓ بن ولید، سعدؓ بن ابی وقاص، ابوعبیدہؓ، عمروؓ بن عاص اور عبداللہؓ

---

[1] لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (۹۵: ۴)
[2] وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ (۱۷: ۲۳)

بن مسعود جیسے تاریخی مشاہیر کو اس بنا پر اُن کے عہدوں سے معزول کر دیا گیا۔ کہ انہوں نے مملکت کے قوانین کی نافرمانی کی تھی انسان کے رتبہ اور اس کی عزت کو اس بنا پر متعین نہیں کیا جاتا تھا کہ اُس کے پاس مال و دولت کس قدر ہے بلکہ یہ بات پیش نظر رہتی تھی کہ اُس میں عظمتِ کردار کتنی ہے اور اُس کو اس نصب العین سے کس قدر لگاؤ ہے جس کی بنیاد پر اس نئے معاشرے کی عمارت استوار ہوئی۔ جہاں تک شہریوں کے معمولی حقوق کا تعلق تھا وہ تمام لوگوں کو یہاں تک کہ غیر مسلموں کو بھی یکساں طور پر حاصل تھے۔

آزادی ضمیر

نبی اکرمؐ کی زندگی میں تمام کا تمام عرب ان کا زیر نگین ہو چکا تھا لیکن یہاں کے تمام باشندوں نے نہ تو اسلام قبول کیا تھا اور نہ صحیح معنوں میں ان کی حکومت کے وفادار ہوئے تھے۔ بہت سے ایسے باغی بھی تھے جنہوں نے اپنے قبائل کو اپنے گرد جمع کرکے اپنے آپ کو نبی کہلوانا شروع کر دیا تھا۔ ان کے علاوہ بہت سے عیسائی اور یہودی قبائل بھی تھے۔ پہلی قسم کے لوگوں سے حضرت ابوبکرؓ نبٹے اور دوسروں سے حضرت عمرؓ اور سرزمین عرب کو ان سے پاک کر دیا۔ ایسا کرنا لازمی تھا کیونکہ آگے چل کر اسے اسلام کا گہوارہ اور اسلامی معاشری نظام کا مرکز بننا تھا۔ لہذا اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی تھی کہ مخالف قوتیں حدود اسلام میں پروان چڑھتی رہیں اور مار آستین بنیں۔ بیرون عرب میں فتوحاتِ اسلامی کے پس پردہ مبلغانہ جوش و خروش کارفرما تھا اور اس بات کو دخل حاصل نہ تھا کہ بقول کیتانی، مارگولیتھ وہی یہ لوگ لوٹ مار کریں یا مالِ غنیمت حاصل کریں یا ان علاقوں کو اپنا غلام بنائیں۔ ان میں سے آخری مقصد ہر چند کہ بالکل غائب نہ تھا لیکن کوئی ایسی تاریخی شہادت نہیں ملتی جس کی بنا پر یہ ثابت کیا جا سکے کہ عہد خلافت میں جو فتوحات عمل میں آئیں ان کے پس پردہ صرف یہی ایک بات کارفرما تھی۔ روح اسلامی اس دور کے مسلمانوں کی عزیز ترین متاع تھی۔ لیکن سب سے اہم بات تو یہ جاننا ہے کہ مسلمان کسی قوم کو یا کسی جماعت کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کرتے تھے۔ ان کی کوشش صرف یہ ہوتی کہ مفتوحہ ممالک میں احکام شریعت کا نفاذ کریں اور ایک ایسے معاشرہ کو تعمیر کریں جس کا آدرش اس نئے مذہب نے پیش کیا تھا۔ لیکن ہر شخص کو اس امر کی اجازت تھی کہ وہ اپنے عقیدہ پر کاربند رہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو بھی آپس میں اختلاف رائے کی مکمل آزادی تھی۔ اسی طرح خلافت کی حدود میں بسنے والے غیر مسلموں کو اس بات کی پوری آزادی حاصل تھی کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں اور آزاد و باعزت شہریوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ اور یہ بات تاریخی معموں میں سے ایک ہے کہ اس زمانے کے اقتصادی امور پر غیر مسلم حاوی تھے کیونکہ عرب حکمران قوم کی حیثیت سے سوائے فتوحات اور امورِ حکومت کے سرانجام دینے کے کوئی اور کام کرنا اپنی شان کے منافی گردانتے تھے۔ اس زمانہ کا امتیازی نشان صرف مذہبی آزادی ہی نہ تھی بلکہ ہر فرد واحد کو ہر قسم کا کام کرنے کی آزادی تھی بشرطیکہ وہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے منافی نہ ہو۔

تحقیق و تجسس کی آزادی

عرب ایک ان پڑھ قوم تھے مگر جب انہوں نے ایک عالمی سلطنت کی تعمیر کی تو صورت حالات کا تقاضا محض طاقت ہی نہیں بلکہ علم بھی تھا۔ اسی لیے اب وہ زمین کی ہر اُس شے کے بارے میں تحقیق و تجسس میں مصروف ہو گئے جس سے اس نئے نظام کی ترقی میں انہیں مدد حاصل ہوتی ہو۔ انہوں نے یونانیوں، ایرانیوں، ہندوستانیوں اور دیگر ہمسایہ قوموں سے فن مملکت داری، جنگ آزمائی کے طریقے، بین الاقوامی تجارت کے راز، علم و دانش کے مفید شعبوں مثلاً تاریخ، سوانح نگاری، ادبیات، طب وغیرہ کا علم حاصل کیا۔ عہد خلافتِ راشدہ میں علم و فن کے کسی شعبے میں کوئی بڑا عالم پیدا نہ ہوا۔ لیکن وہ روح ضرور پیدا ہو گئی۔ جس کا نتیجہ دوسری اور تیسری صدی میں علم و فن کے گہر ہائے بے بہا کی صورت میں نمودار ہوا۔ اس نے تحقیق و تجسس کے اصول معین کر دیئے۔ اور علم و فن، تحقیق و تدقیق کی قدر و قیمت کو جانچا۔ اسی طرح اس نے مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دلائی کہ وہ دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جائیں، اُسے اپنے زیرنگیں کریں اور مختلف علاقوں اور سرزمینوں میں خداوندِ عالم کے کرشمے دیکھیں۔ دوسرے لفظوں میں اُس نے ان فتوحات کی رفتار کو ایک بے پناہ حرکت و قوت سے آشنا کیا جس نے مغرب میں فرانس کی سرحد کو پار کر لیا اور مشرق میں ایک طرف دیوارِ چین سے جا ٹکرائی اور دوسری جانب شمال مغربی ہندوستان کو پامال کر دیا۔

نیا اخلاقی نظام

ان تمام باتوں سے کہیں زیادہ اس دور کا طرۂ امتیاز وہ اعلیٰ پایہ کا نظام اخلاق ہے جس سے اس دور کا بچہ بچہ آشنا تھا۔ مسلمان بحیثیت مجموعی تمام اقصائے عالم میں دیانتداری، وفاشعاری، شجاعت اور عدل و انصاف کے نمونوں کی حیثیت سے قابل تعریف گردانے گئے۔ مسلمانوں کا یہ روایتی کردار، اس الوہی کردار کی پیداوار تھا جس کی تعلیم قرآن مجید نے دی اور رسول اللہؐ نے جس کا عملی نمونہ پیش کیا۔ تاریخ میں ایسے واقعات بکثرت دستیاب ہوتے ہیں کہ مسلمان فوجیں کسی غیر سرزمین میں داخل ہوئیں تو حکمران تو ان کے مقابل آئے لیکن وہاں کی رعایا نے ان کا استقبال کیا۔ ایران، شام اور مصر میں بار بار ایسے واقعات پیش آئے۔ پھر ایسی شہادتیں بھی دستیاب ہوتی ہیں کہ مسلمانوں نے عسکری مصالح کے پیش نظر عیسائیوں کا علاقہ خالی کر دیا۔ اور وہاں کے عیسائی باشندے اپنے نیک دل حکمرانوں کی جدائی پر زار زار روئے اور از سرِ نو اپنے ہم مذہبوں کی حکومت پر پریشانی اور خدشات کا اظہار کیا۔ اس اخلاقی نظام کی تعریف صرف سیاسی اور مذہبی عدل ہی کی بنا پر نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ اس دلپذیر روشِ زیست کی بنا پر بھی اسے قابل تحسین گردانا جاتا تھا جو اس اخلاقی نظام کا نتیجہ تھی۔

محیر العقول دَور

وہ ذہنی اور عمرانی تغیرات جو خلافتِ راشدہ کے مختصر سے دور میں وقوع پذیر ہوئے اُس قدر

بے مثال اور حیرت آفرین تھے کہ خود عربوں کو ان پر حیرت ہوئی۔ مشہور فرانسیسی مورخ رینان کا بیان ہے کہ جو کام رومنوں اور بازنطینیوں نے پانچ سو سال میں سرانجام دیا وہ عربوں نے ایک ہی نسل میں مکمل کر دیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا آج بھی اس عظیم انقلاب پر انگشت بدنداں ہے۔

اسلامی مملکت اور معاشرہ کا ارتقاء

(انگریزی)

مصنفہ محمد مظہر الدین صدیقی

آغازِ اسلام سے عصرِ حاضر تک مسلمان قوموں کے سیاسی اور معاشرتی ارتقاء کی مسلسل تاریخ جس میں ابتدائی دَور کے سیاسی و اقتصادی حالات۔ اسلامی انقلاب کے اثرات، بنو اُمیہ، بنو عباس اور عثمانی سلاطین کے عہدِ حکومت کی خصوصیات اور ایران و ہندوستان میں مسلم دَور کی ترقیات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قیمت بارہ روپے۔

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور

اسلام اور رواداری

مصنفہ رئیس احمد جعفری

قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ کیا حسنِ سلوک روا رکھا ہے اور انسانیت کے بنیادی حقوق ان کے لیے کس طرح اعتقاداً اور عملاً محفوظ کئے ہیں۔ حصہ اول صفحات ۴۳۲ قیمت ۴/۷۔ حصہ دوم صفحات ۴۷۴ قیمت ۸/۷۔

ملنے کا پتہ:

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور